دروسِ فقہ

(۲)

(از ڈاکٹر محمد معروف دوالیبی پروفیسر اسلامی قانون لا کالج شام)

اجماع اجماع لغت میں عزم (پختہ ارادہ) کو کہتے ہیں جب کوئی شخص کسی کام کی پختہ اور مستحکم نیت کر لیتا ہے تو کہا جاتا ہے: اَجْمَعَ فُلَانٌ عَلٰی کَذَا (فلاں شخص نے اس کام کا پختہ ارادہ کر لیا)۔ اجماع بمعنی عزم کا استعمال قرآن میں بھی جا بجا ملتا ہے۔ مثلاً فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَکُمْ وَشُرَکَآءَکُمْ (اور تم اپنے ٹھیرائے ہوئے شریکوں کو ساتھ لے کر ایک اٹل فیصلہ کر لو۔ یونس: ۷۱)۔

اجماع کے دوسرے لغوی معنی اتفاق کے ہیں۔ مثلاً جب لوگ مل کر کسی معاملے میں متفق الرائے ہو جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے اَجْمَعَ الْقَوْمُ عَلٰی کَذَا (تمام لوگوں نے فلاں معاملے پر اجماع کر لیا یعنی اتفاق کر لیا)۔

اِن دونوں معنوں میں فرق یہ ہے کہ اجماع بمعنی عزم کا وقوع ایک فرد سے بھی متصور ہو سکتا ہے لیکن اجماع بمعنی اتفاق دو یا دو سے زیادہ افراد کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔

اصول الفقہ کی اصطلاح میں اجماع کی تعریف یہ ہے:

هُوَ اِتِّفَاقُ الْمُجْتَهِدِيْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ فِيْ عَصْرٍ عَلٰى اَمْرٍ مِّنَ الْاُمُوْرِ	مجتہدینِ امت کا کسی دور میں کسی شرعی معاملے میں متفق الرائے ہو جانا۔

جب کوئی ایسا قضیہ درپیش ہو جس کے بارے میں کتاب اللہ یا سنتِ رسول اللہ میں سے کوئی منصوص حکم نہ مل رہا ہو تو ایسی صورت میں خود کتاب و سنت کی رُو سے قضیہ زیرِ بحث میں اجماع کو اختیار کیا جائے گا۔ اور اسے کتاب و سنت کے بعد شریعتِ اسلامی کی تیسری اصل قرار دیا جائے گا کیونکہ کتاب اللہ میں ہے: وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ ... اِلٰى مَصِيْرًا (نساء: ۱۱۵)۔ اس آیت میں اجماع کی بنائے

استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سبیل المومنین (اہلِ ایمان کے متفقہ راستہ) سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کرنے والے کو عذاب کی دھمکی دی ہے اور اگر سبیل المومنین کا ترک کر دینا ممنوع نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کی شدید وعید نہ ہوتی۔ اسی طرح سنّتِ رسول کی واضح ہدایات ہیں:

۱۔ مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً — جس نے اطاعت چھوڑ دی اور جماعت مسلمین سے علیحدگی اختیار کر لی وہ جاہلیت کی موت مرا۔

۲۔ لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى خَطَأٍ۔ — میری امت غلط بات پر جمع نہیں ہو سکتی۔

کسی حکم شرعی کے ایجاب و اثبات میں کتاب و سنت کی دلیل کو جو قوت اور اہمیت حاصل ہے اجماع کے لیے بھی فقہائے امت نے اسی قوت و اہمیت کو تسلیم کیا ہے[1]۔

اجماع کی اس اہمیت کو اور قانونِ اسلامی میں اس کے ماخذ ثالث ہونے کو دیکھ کر جرمن مستشرق گولڈزیہر (GOLD ZIHER) انگشت بدنداں ہو کر لکھتا ہے:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ماخذ قانون — اجماع — قوت کا ایسا منبع اپنے اندر پنہاں رکھتا ہے جو اسلام کو دوامی طور پر متحرک بنائے ہوئے ہے اور اُسے پوری آزادی کے ساتھ تغیر پذیری کی صلاحیت سے بہرہ مند کیے ہوئے ہیں۔ یہی وہ سرچشمہ ہے جو شخصی استیلاء کے استبداد اور بے روح اقتدار کے غرور کا تیر بہدف علاج مہیا کرتا ہے۔"

اقسامِ اجماع اجماع کے وقوع کی چار صورتیں ہیں:

۱۔ مجتہدینِ امت نے کسی ایک رائے پر اتفاق کر لیا ہو۔ اسے اجماع قولی کہتے ہیں۔

۲۔ کسی معاملے میں امت کا متفقہ تعامل چلا آ رہا ہو اسے اجماع عملی کہتے ہیں

۳۔ بعض اہلِ فتویٰ نے کسی مسئلے میں رائے بیان کی ہو جس پر باقی اہلِ فتویٰ مطلع ہونے کے بعد خاموش رہے ہوں۔

۴۔ چند اہلِ فتویٰ کا کسی معاملے پر تعامل ہو، جس پر باقی اہلِ فتویٰ نے مطلع ہونے کے باوجود کوئی

[1] کشف الاسرار لعبد العزیز البخاری شرح اصول البزدوی۔ جزء ثالث ص ۲۲۷۔

اعتراض یا تنقید نہ کی ہو۔

اجتہاد اجتہاد کا لغوی مفہوم یہ ہے: کسی کام کو سرانجام دینے میں پوری قوت صرف کر دینا۔ اسی لیے عربی میں لفظِ اجتہاد کا استعمال ایسے کاموں کے لیے کرتے ہیں جو محنت اور مشقت سے انجام پاتے ہوں مثلاً یہ تو کہا جائے گا: فُلَانٌ اِجْتَهَدَ فِیْ حَمْلِ الرَّحٰی (فلاں شخص نے چکی اٹھانے میں پوری قوت صرف کر دی)۔ لیکن یہ نہیں کہا جائے گا کہ: فُلَانٌ اِجْتَهَدَ فِیْ حَمْلِ خَرْدَلَةٍ اَوْ نَوَاةٍ (فلاں نے رائی کے دانہ کو یا گٹھلی کو اٹھانے میں پوری طاقت صرف کر دی)۔

اہلِ اصول اجتہاد کی تعریف یہ کرتے ہیں:

بَذْلُ الْجُهْدِ فِی اسْتِخْرَاجِ الْاَحْکَامِ مِنْ شَوَاهِدِهَا، اَلدَّالَّةِ عَلَیْهَا بِالنَّظَرِ الْمُؤَدِّیْ اِلَیْهَا۔

کتاب و سنت کے ایسے شواہد سے، جن میں نئے احکام کے لیے رہنمائی موجود ہو، انتہائی کوشش اور گہری بصیرت کے ساتھ نئے احکام کا استنباط کرنا۔

کتاب اللہ، سنتِ رسولؐ اور اجماع سے جب کسی زیرِ بحث مسئلے میں حکم فراہم نہ ہو رہا ہو، تو اجتہاد کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے، ایسی صورت میں خود کتاب و سنت اجتہاد کو قانونِ اسلامی کی اصلِ رابع قرار دیتے ہیں۔ کتاب اللہ کے ان ارشادات سے اس کا ثبوت ملتا ہے: (۱) اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (۲) كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ (۳) كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ سنتِ رسول میں اس کا جامع ثبوت حضرت معاذ بن جبل کی حدیث میں موجود ہے، جس میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپؐ نے اُن سے دریافت فرمایا: بِمَ تَقْضِیْ؟ (تم فیصلے کس طرح کرو گے؟)۔ معاذ نے کہا: بِمَا فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ؟ (کتاب اللہ کے مطابق)۔ آپؐ نے فرمایا: فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ؟ (اگر کتاب اللہ سے تمہیں ہدایت نہ ملے تو کیا کرو گے؟) معاذ نے کہا: اَقْضِیْ بِمَا قَضٰی بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ (رسولِ خدا کے فیصلوں کو دار و مدار بناؤں گا)۔ آپؐ نے فرمایا: فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْمَا قَضٰی بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ (رسولِ خدا کے فیصلوں سے بھی اگر تم کو رہنمائی نہ

ملے گی تو کونسا طریقہ اختیار کرو گے ؟) معاذؓ نے کہا، اَجْتَہِدُ بِرَأْیِیْ (اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا)۔
چنانچہ حضرت معاذؓ کے اس جواب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِہٖ (اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے نمائندے کو راست روی کی توفیق دی)
مذکورہ آیاتِ قرآنی سے اور حدیثِ معاذ سے واضح ہوتا ہے کہ اس اصل رابع کے متعدد نام ہیں:
(۱) اجتہاد (۲) رائے (۳) تعقل (۴) اس کا ایک نام قیاس بھی ہے، یہ نام حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے نام اپنے ایک مکتوب میں استعمال کیا ہے، آپ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا : اَلْفَہْمُ اَلْفَہْمُ فِیْمَا تَلَجْلَجَ فِیْ صَدْرِکَ مِمَّا لَیْسَ فِیْ کِتَابٍ وَّلَا سُنَّۃٍ، اِعْرِفِ الْاَشْبَاہَ وَالْاَمْثَالَ وَقِسِ الْاُمُوْرَ عِنْدَ ذٰلِکَ (جو حکم تم کو کتاب و سنت میں نہ ملے اور اس کے متعلق تمہارے دل میں کھٹک ہو تو خوب غور سے کام لو اور کتاب و سنت میں اس کے مماثل و مشابہ احکام دریافت کرو اور پھر ان پر قیاس کرو۔)

مَیں نے ان چاروں اسماء میں سے صرف لفظ "اجتہاد" اختیار کیا ہے، کیونکہ یہ لفظ ان تمام الفاظ سے جامع ہے اور اس میں باقی تینوں کلمات کا مفہوم شامل ہے۔

اجتہاد صرف شخصی اور انفرادی رائے کا نام ہے۔ جس پر تمام مجتہدین کا اتفاق نہ پایا جاتا ہو۔ کیونکہ اگر تمام مجتہدین کسی اجتہاد پر اتفاق کریں تو وہ اجتہاد سے آگے بڑھ کر اجماع قرار پا جائے گا۔ اور اجماع اجتہاد سے زیادہ قوی الحکم ہوتا ہے اور درجہ کے لحاظ سے بھی اجتہاد اجماع سے مؤخر ہے۔

اجتہاد کا دائرہ اور شرح دائرۂ اجتہاد میں صرف وہی امور شامل ہیں جن کے بارے میں کتاب و سنت خاموش ہو۔ مجتہد کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے امور کا حکم شرعی دریافت کرنے کے لیے کتاب و سنت میں غواصی کرے اور ان سرچشموں میں سے ایسے احکام کی جستجو کرے جو غیر منصوص احکام سے مشابہت و مماثلت رکھتے ہوں اور پھر انہی احکام پر قیاس کر کے نئے احکام پر حکم شرعی لگائے (جیسا کہ حضرت عمرؓ کے مذکورہ خط میں اس کی تفصیلات موجود ہیں)۔ گویا مجتہد کی یہ تمام ترکد وکاوش قرآن کے "نور" اور سنت کی "ہدایت" تک پہنچنے کی خاطر ہوتی ہے۔ یا آپ چاہیں تو ان دونوں